# حامدی صاحب کے تحریکی سفر کی داستان

## (بہ شکل خطوط، بنام قاری منہاج الدین صاحب[1])

از مولانا خلیل حامدی، ڈائریکٹر ادارۂ معارفِ اسلامی، منصورہ لاہور

آج ۱۳ دسمبر ۱۹۸۳ء ہے۔ یہ خط میں آپ کو ماریشیس سے لکھ رہا ہوں۔ یہاں میں ۱۰ دسمبر ۱۹۸۳ء کو ۲ بجے کے قریب پہنچ گیا تھا۔ کراچی سے جب جدّہ پہنچ گیا تو ماریشیس کے لیے فلائٹ کے انتظار میں جدّہ ایرپورٹ پر چھ گھنٹے رکنا پڑا۔ جدہ ایرپورٹ پر ہمارے پرانے شناسا جناب ظفر صاحب، جو سعودیہ ایرلائنز میں ملازم ہیں۔ جہاز سے اترتے ہی مجھے مل گئے تھے، چنانچہ اُن کی غیر معمولی مدد سے میرا ٹرانزیٹ کا مسئلہ بخیر وخوبی سے حل ہوگیا۔ الغرض میں نے ۱۰ دسمبر کو صبح چھ بجے جدّہ سے لفتہ ہانزا کے ذریعہ ماریشیس کے لیے پرواز کی۔ یہ جہاز راستے میں تنزانیہ کے دارالحکومت دارالسلام میں چالیس منٹ رکا اور پھر ماریشیس کے ہوائی اڈے، پورٹ لوئس آکر اترا۔ جدّہ اور پورٹ لوئس کا یہ درمیانی سفر چھ گھنٹے میں مکمل ہوا۔ محمد حسین دھال اور اُن کے رفقاء ہوائی اڈے پر آئے ہوئے تھے۔ ویزا اور کسٹم کی نہایت ہلکی پھلکی کارروائی کے بعد میں ماریشیس میں داخل ہوگیا۔ کسٹم والوں نے مجھ سے صرف اتنا سوال کیا کہ "کیا وسکی کی بوتلیں ساتھ لائے ہو؟" میں نے سامان کھول کر چیک کروانا چاہا، مگر اس نے بغیر دیکھے پاس کر دیا۔

---

[1] ان میں سے ایک خط معاصر عزیز ایشیا میں بھی شائع ہو چکا ہے۔

جہاز سے نکلتے ہی محسوس ہو گیا کہ یہاں کا موسم گرم ہے۔ یعنی گرمی کا وہی رنگ ڈھنگ ہے جو لاہور میں ماہ [illegible] میں ہوتا ہے۔ ماریشس بحر ہند کا ایک جزیرہ ہے اور دنیا کے ایسے خطے میں واقع ہے کہ اگر [illegible] شمالی حصے میں گرمی ہو گی تو یہاں سردی ہو گی اور اگر وہاں سردی ہو گی تو یہاں گرمی ہو گی۔ [illegible] یہ موسمی تغیرات خط کے جنوب و شمال کے مطابق ہوتے ہیں۔ پورٹ لوئس ماریشس کا سب سے پر رونق اور سرگرم علاقہ ہے۔ تجارتی مرکز ہے [illegible] گوریاں گھومتی پھرتی رہتی ہیں۔ بندرگاہ ہونے کی وجہ سے [illegible] بڑی نظر آتی ہے۔

**محمد حسین وصال صاحب** پورٹ [illegible] سے نکل کر ہم روماسا چل دیئے۔ یہ وہ ٹاؤن ہے جہاں محمد حسین وصال صاحب کی سکونت ہے۔ میں چونکہ تھک گیا تھا اور طویل سفر کی وجہ سے تھک چکا تھا، اس لیے وصال صاحب نے میرے لیے یہ تجویز کیا کہ [illegible] میں گھر چل کر آرام کروں۔ جناب محمد حسین ملک صاحب مجھ سے پہلے یہاں پہنچ چکے تھے۔ وہ بھی وصال صاحب کے مکان پر ہی ٹھہرے ہوئے ہیں۔ [illegible] سے مل کر راقم کو بڑی خوشی ہوئی۔ ان سے پچھلی ملاقات تہران میں ۱۹۶۰ء میں ہوئی تھی۔ وہ [illegible] سال پیشتر ماریشس میں رہ چکے ہیں۔ یہاں کے لوگوں اور جگہوں اور یہاں کے قومی مزاج سے خوب شناسا ہیں۔ ان کی زندگی کا بیشتر حصہ دعوت و تبلیغ میں گذرا ہے اور گو عمر کے چھٹے عشرے میں داخل ہو چکے ہیں، مگر ابھی دعوت کے لیے ان کے جذبات جوان، عزائم بلند اور سوچ تازہ دم ہے۔

مغرب کی نماز کے بعد ہم شہر نکلے۔ وصال صاحب نے بتایا کہ رات کا کھانا ماریشس کی ایک نمایاں شخصیت [illegible] صاحب کے ہاں ہے۔ ہم ان کے گھر پہنچے تو معلوم ہوا کہ وہ شدت سے ہمارا انتظار کر رہے تھے۔ کچھ اور احباب بھی جمع تھے۔ سب حضرات نے ہمارا خیر مقدم کیا۔ یہ اسلام کا معجزہ ہے کہ مسلمان جب ایک دوسرے سے پہلی بار ملتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ دونوں آپس میں پیوستہ مانوس ہیں اور اجنبیت نام کی کوئی چیز درمیان میں حائل نہیں ہے۔

**قرآن ہاؤس میں سیمینار** ۱۱ دسمبر ۱۹۶۳ء کو سیمینار کا دوسرا دن تھا۔ یہ سیمینار ماریشس کے

اسلامک سرکل کی طرف سے منعقد کیا گیا ہے۔ اس کا افتتاح ۱۰ دسمبر کو ہو چکا ہے۔ افتتاحی تقریب میں ماریشس کے وزیر اعظم جگناتھ صاحب بھی شریک ہوئے ہیں، بلکہ یہ افتتاح اُن کی زیر صدارت ہوا ہے۔ ماریشس کے مسلمان وزیر تجارت بھیات صاحب اور سپریم کورٹ کے مسلمان چیف جج غوالن صاحب اور مختلف سفارتی نمائندے بھی شریک ہوئے۔ سیاسی اور سرکاری شخصیتوں کے علاوہ ماریشس کے مختلف دینی، علمی اور ثقافتی حلقوں کے نمایاں حضرات نے بھی شرکت کی۔ اس لحاظ سے یہ سیمینار ماریشس کے مسلمانوں کے جذبات کی ایک مہمیز بن گیا ہے۔ افتتاحی پروگرام شہر کے ایک پبلک ہال میں منعقد کیا گیا ہے۔ بقیہ پروگرام اسلامک سرکل کے تحت قائم کیے جانے والے ایک نئے منصوبے قرآن ہاؤس میں ہوا ہے۔ سیمینار میں صرف دو موضوعات پر بحث کی گئی ہے۔

۱۰ دسمبر کو جو پروگرام ہوا ہے اس کا موضوع تھا: "دعوت کے تقاضے اور داعی کی ذمہ داریاں" اس موضوع پر پہلے دو مقالے پیش کیے گئے: ایک جناب محمد حسین ملک صاحب کی طرف سے اور دوسرا ماریشس کے ایک نامور قانون دان جناب خالد نگالیے کی طرف سے تھا۔ مقالات پیش کیے جانے کے بعد حاضرین مختلف گروپوں میں تقسیم ہو گئے اور ہر گروپ میں شریک افراد نے بحث کے مختلف حصوں پر الگ الگ اظہار خیال کیا۔ اس طرح تمام حاضرین کو سیمینار کی کارروائی میں حصہ لینے اور تبادلۂ خیال کرنے کا موقع مل گیا۔ نیز ماریشس کے حالات کے اندر اسلامی دعوت کو فروغ دینے اور مسلم قوم کے تشخص کو مضبوط و نمایاں کرنے کے وسائل سوچے گئے۔

**۱۱ دسمبر کا اجلاس** ۱۱ دسمبر ۸۳ء کے اجلاس کا موضوع تھا: "مسلمان عورت کا مقام اور کردار" اس موضوع پر بھی صرف دو مقالے پیش کیے گئے۔ پہلا مقالہ "اسلام میں مسلمان عورت کی حیثیت" کے عنوان پر راقم نے پیش کیا اور دوسرا "مسلمان عورت کا کردار" پر ماریشس کے جناب محمد حسابے نے پیش کیا۔ حاضرین کی تعداد اعلیٰ تعلیم یافتہ طبقے پر مشتمل تھی۔ مقالات پیش کرنے سے پہلے قرآن ہاؤس کے نئے منصوبے کا سنگِ بنیاد رکھا گیا۔ اس نئے منصوبے کے تحت یہاں ایک عالی شان مسجد، ایک لیکچر ہال، لائبریری، دینی درس گاہ اور مہمان خانہ تعمیر کیا جائے گا۔

سنگِ بنیاد کی رسمی کارروائی کے بعد دُعا مانگی گئی اور پھر مقالات پیش کیے گئے۔ مقالات کے بعد حسب سابق حاضرین نے گروپوں کی صورت اختیار کر لی۔ یہاں عورتوں کے اندر اسلام کی دعوت پھیلانے کی شدید ضرورت ہے۔ اِسی ضرورت کو سامنے رکھ کر گروپوں نے خواتین ماریشس کے اندر اسلامی تحریک برپا کرنے پر غور کیا۔ اس سلسلے میں اطمینان بخش بات یہ ہے کہ اس موضوع پر خود خواتین اور طالبات نے بھی دلچسپی لی۔ اس سیمینار میں اُن کی ایک تعداد بھی پابندی سے تمام پروگراموں میں حصہ لیتی رہی ہے۔ دیگر مسلمان ممالک اور مسلمان آبادیوں کی طرح ماریشس کی مسلمان عورت بھی اسلام کی تعلیم سے بڑی حد تک بے بہرہ ہے۔ ایک طرف مسلمان لڑکیاں اسکولوں اور کالجوں میں جدید تعلیم حاصل کر رہی ہیں اور یہاں کے مخلوط معاشرے سے متاثر ہو رہی ہیں اور دوسری طرف اسلامی تعلیم سے اُن کو محروم رکھنے کے لیے کچھ حلقے اس قدر بضد ہیں کہ جمعہ کے روز مسجدوں میں اُن کی حاضری کو معیوب سمجھتے ہیں۔ پاکستان سے بعض اہلِ غرض مبلغ یہاں آکر اس بات پر تو تنقید نہیں کرتے کہ مسلمان لڑکیاں نیم عریاں لباس پہنے بازاروں میں شاپنگ کے لیے نکلیں یا کالجوں میں مخلوط تعلیم حاصل کریں۔ البتہ وہ اس بات پر بڑا زور دیتے ہیں کہ "خواتین کا مسجد میں جمعہ کے لیے آنا فتنہ ہے۔" مجھے بعض دوستوں نے بتایا کہ پاکستانی مبلغین عورتوں پر یہ پابندی اس لیے لگائے رکھنا چاہتے ہیں کہ کہیں ان کے اندر دین کا شعور نہ پیدا ہو جائے جس سے اُن مبلغ حضرات کا پیری اور مریدی کا کھیل ہی خراب ہو جائے۔

آج ۱۱ردسمبر رات کو عشاء کے بعد قرآن ہاؤس ہی میں میری تقریر تھی۔ حاضرین کی خاصی تعداد تھی اور اُن کی اکثریت نوجوانوں پر مشتمل تھی۔ لڑکیاں بھی شریک تھیں، انہیں تمام پروگراموں میں الگ پردے کے اندر بٹھایا جاتا تھا۔ میری تقریر اُردو میں تھی، کیونکہ ماریشس کے ایشیائی مسلمان جو بالعموم پاک و ہند سے یہاں آکر مدتوں پہلے آباد ہو گئے ہیں، اُردو سمجھ لیتے ہیں اور بول بھی لیتے ہیں۔ حسن دھال صاحب نے بایں ہمہ آخر میں میری تقریر کا کریولی زبان میں خلاصہ پیش کر دیا۔ کریولی زبان (CREOLE) فرنچ اور مقامی زبانوں سے مل کر یہاں کی "عوامی زبان" بن چکی ہے۔ اور ماریشس، ریفیون، مڈغاسکر، سیشلز اور

سمورو کے جزائر میں بڑا رواج پا چکی ہے۔

**قرآن ہاؤس کا منصوبہ** ۱۲ دسمبر ۱۹۹۳ء: ناشتے کے بعد دھال صاحب کے ساتھ قرآن ہاؤس گیا۔ دھال صاحب اور اُن کے رفقائے کار نے اپنے دعوتی کام کی تفصیلات سے آگاہ کیا اور اس سلسلے میں اپنے آئندہ منصوبے بیان کیے۔ "قرآن ہاؤس" ان کا نیا منصوبہ ہے۔ یہ آدھ ایکڑ رقبے پر پھیلا ہوا ہے۔ زمین اُنھوں نے خرید لی ہے۔ اب عمارت کی تعمیر کے لیے تگ و دو کر رہے ہیں۔ موجودہ پُرانی عمارت کو گرا کر اسی جگہ نئی عمارت بنانا چاہتے ہیں۔ سردست اسلامک سرکل کا دفتر اسی عمارت میں ہے۔ دفتر کے ساتھ ایک اچھی ریفرنس لائبریری بھی ہے۔ ریڈنگ روم بھی ہے۔ نیز اسلامی لٹریچر کی فروخت کا انتظام بھی ہے۔ ہفتہ اور اتوار کو یہاں بچیوں کے لیے قرآن کریم اور عربی زبان کی تعلیم کی کلاسیں بھی لگتی ہیں۔ عورتوں اور بچیوں کے اندر دین کی تعلیم پھیلانے کے لیے اسلامک سرکل کو ایک یہ سہولت بھی حاصل ہو گئی ہے کہ ماریشس کی پانچ مسلمان طالبات نے ریاض (سعودی عرب) کے گرلز کالج سے عربی میں گریجویشن کر لیا ہے۔ ان میں سے چار تو فارغ ہو کر واپس آگئی ہیں اور ایک طالبہ سال رواں میں فارغ ہو جائے گی۔ یہ بچیاں اب یہاں اسلامی دعوت کے لیے مسلسل کام کر رہی ہیں۔

**ماریشس کا معاشرہ اور مسلمان** ماریشس کی سوسائٹی بڑی دلچسپ ہے۔ یہاں کی آبادی ایک ملین (دس لاکھ) کے قریب ہے۔ اس میں اکثریت ہندوؤں کی ہے جن میں "اعلیٰ ذات" کے ہندو بھی اور "نیچی ذات" کے مدراسی بھی۔ یہ زیادہ تر جنوبی ہند کی تامل اور تلگو زبانیں بولنے والے ہیں۔ مجموعی طور پر ان تمام قسم کے ہندوؤں کا تناسب ۵۴ فیصد سے زیادہ نہیں ہے۔ دوسری بڑی کمیونٹی عیسائی ہیں، یعنی ۲۶ فیصد کے لگ بھگ۔ ان عیسائیوں میں کچھ فرنچ ہیں جو فرانس کے دورِ حکومت میں یہاں آکر آباد ہوئے اور اب ان کی تعداد ۳۰ ہزار کے قریب ہے۔ کچھ انگریز ہیں۔ چینی کمیونٹی کے اندر بھی عیسائی مذہب کے لوگ ہیں، مگر ان کی عیسائیت صرف سال میں ایک آدھ تقریب منانے اور اس میں آتش بازی کا کھیل رچا لینے سے عبارت ہے۔ تیسری کمیونٹی مسلمان ہیں۔ ہمارے دوستوں کے کہنے کے مطابق مسلمان ۱۷ فی صد سے کسی طرح کم نہیں ہیں۔ یہ مسلمان زیادہ تر ایشیائی ہیں۔ ماریشس میں شاید کچھ بدھ مذہب کے پیرو

اور ارواح پرست بھی ہوں گے۔ ایک ملین آبادی کے جزیرے میں یوں رنگا رنگ مذاہب، نسل، زبان اور تہذیبوں کے لوگوں کا پایا جانا ایک دلچسپ منظر پیدا کرتا ہے۔ جنوبی ہند کے کالے رنگ کے تامل اور تلگو، افریقہ کے سیاہ ترین باشندے، گندمی رنگ کے شمالی ہند کے لوگ، گورے رنگ کے فرنچ اور انگریز اور زرد رنگ و روپ کے چینی۔ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے رنگوں اور زبانوں کے اختلاف کو اپنی آیات (نشانیاں) بتایا ہے۔ وہ نشانیاں آپ کو ماریشس میں قدم قدم پر جلوہ فروز دکھائی دیں گی۔ چہروں کے مختلف خدوخال، کہیں طویل اور ستواں ناک اور کہیں موٹی اور چپٹی ناک۔ کہیں اردو، تامل، تلگو، گجراتی اور مرہٹی اور کہیں چینی و ملائی۔ کہیں انگلش اور فرنچ اور کہیں افریقہ کی عجوبہ زبانیں۔ فتبارك الله احسن الخالقين۔

لباس اور اطوار میں بھی بڑا تلون پایا جاتا ہے۔ ہندو عورتیں ساڑھی یا اسکرٹ پہنے اور ماتھے پر تلک لگائے باہر نکلیں گی۔ مسلمان عورتوں نے کسی نہ کسی حد تک قمیص اور پاجامے کو اپنا رکھا ہے، مگر دوپٹہ غائب ہے۔ اور باقی نسلوں نے فرنچ اور انگلش تہذیب کو قبول کر رکھا ہے، بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ سب مذہب و ملت کے لوگ اغلب طور پر مغرب کی عریاں اور نشہ پسند تہذیب کے رسیا ہو چکے ہیں۔

**ایک سو دس مسجدیں**

ماریشس کا کل رقبہ ۷۵۰ مربع میل ہے۔ اس میں تقریباً ایک سو بیس قصبات اور بستیاں پائی جاتی ہیں۔ آپ کو ہر بستی میں ایک دو مسجدیں مل جائیں گی۔ گرجے نظر آئیں گے، بت خانے اور مندر ملیں گے اور یوں اپنے اپنے تشخص کی حفاظت کے لیے انسان مختلف طریقوں سے جدوجہد کرتے دکھائی دیں گے۔ مجھے دوستوں نے بتایا کہ ایک سو بیس قصبات اور بستیوں والے ملک میں تقریباً ایک سو دس مسجدیں ہیں۔ خاکسار نے متعدد مسجدیں خود بھی جا کر دیکھی ہیں۔ ماریشس کے مسلمان مسجد بڑی خوبصورت، شفاف اور آرام دہ بنائیں گے۔ ہر مسجد کے اوپر لاؤڈ اسپیکر نصب ہوگا۔ پانچوں وقت پابندی سے جماعت قائم کی جائے گی۔ مسجد میں طہارت اور وضو کا نہایت ستھرا انتظام ہوگا اور اب تو نمازیوں کی تعداد بھی روز بروز بڑھتی جا رہی ہے۔ علی الخصوص نوجوانوں

کے اندر نماز اور دینداری کا ذوق فزوں تر ہوتا جا رہا ہے۔

رات کا کھانا حسن دھال صاحب کے بھائی آدم دھال صاحب کے ہاں کھایا۔ ان کا مکان بھی بودوباش ہے جو بڑا خوشنما طریقے سے بنایا گیا ہے۔ یہاں کے تمام مکانوں میں یہ بات مشترک ہے کہ وہ صرف ایک یا زیادہ سے زیادہ دو منزل کے ہوں گے۔ طرزِ تعمیر سادہ، مگر دلکش ہوگا اور ہر گھر کے صحن میں ایک باغیچہ ہوگا جس میں آم اور لیچی کے درخت اور رنگ برنگ پھولوں کے پودے ہوں گے۔ یوں ہر گھر اپنی ذات میں ایک انجمن ہوگا۔ فارسی شاعر نے ایسی "گھریلو انجمن" کے متعلق اظہارِ خیال کرتے ہوئے کہا ہے ؎

نفست اگر ہوست کشد کہ بہ سیرِ باغ و سمن درآ

تو زِ غنچہ کم نہ دمیدہ ای درِ دل کشا بہ چمن درآ

آدم دھال بڑے متدین، متواضع، صوفی منش انسان ہیں۔ خود بھی نیک ہیں اور ان کی اولاد بھی نیک اور پابند صوم و صلوٰۃ ہے، بلکہ میں تو یہ کہوں گا کہ پوری دھال فیملی نیک انسانوں کا جھمگٹا ہے۔ آدم دھال، ہاشم دھال اور حسن دھال اور ان کی اولاد سب کو میں نے پانچوں وقت مسجدوں میں جا کر پابندی کے ساتھ نمازِ باجماعت پڑھتے دیکھا ہے۔ ان سب بھائیوں نے مل کر ماریشس میں مشترکہ کاروبار جاری کر رکھا ہے اور سب تحریکِ اسلامی سے وابستہ ہیں۔ آدم دھال صاحب نے بتایا کہ وہ ایک حج کر چکے ہیں اور اب دوسرے حج کے لیے جائیں گے اور اسی سفر میں پاکستان آئیں گے۔

**تحریکِ اسلامی** آدم دھال کے ہاں کھانے سے فارغ ہوتے تو اسلامک سرکل کے ایک اور فعال اور پُرجوش کارکن غلام محمد صاحب کے ہاں گئے۔ انہوں نے ہمیں اسلامی سیمینار کی پوری ڈوڈیو فلم دکھائی۔ مجھے یہ دیکھ کر بڑی خوشی ہوئی کہ اسلامک سرکل بھی دعوت و تحریک کے میدان میں جدید وسائل سے کام لے رہا ہے۔ غلام محمد صاحب کا کاروبار ایڈورٹائزنگ ہے۔ وہ ایک ایڈورٹائزنگ ایجنسی کے مالک ہیں اس فن میں وہ بہت ماہر ہو چکے ہیں۔ اسلامی سیمینار کی فلم بھی انہوں نے بڑے معیاری انداز میں بنائی ہے۔ الحمدللہ ماریشس کے آزاد معاشرے میں تحریکِ اسلامی کے لوگ اسلامی روایات کی پابندی کر رہے ہیں۔ ان کی خواتین باپردہ ہیں اور

مخلوط اجتماعات سے بڑی حد تک پرہیز کرتی ہیں۔ چلتے وقت غلام محمد صاحب نے مجھے جزیرہ ریُنیون کا بنا ہوا عطر پیش کیا۔ جزیرہ ریُنیون چونکہ فرانس کے تحت رہا ہے، اس لیے وہاں عطر سازی کا کاروبار فرانسیسیوں کے ہاتھ میں ہے اور فرانس کے لوگ دُنیا کے اندر عطر بنانے میں خاص شہرت کے مالک ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب غلام محمد صاحب نے مجھے عطر پیش کیا تو بڑی وضاحت کے ساتھ توجہ دلائی کہ "یہ عطر ریُنیون کا ہے"۔ ماریشیس کا نہیں ہے۔

**مسجد بیت المقدس اور وہاں کی نمازیں** ۱۳ دسمبر ۱۹۸۳ء: نمازِ فجر "مسجد بیت المقدس" میں ادا کی۔ یہ مسجد حسن دھال صاحب کے مکان سے کافی دُور ہے، مگر حسین دھال صاحب اور اُن کا صاحبزادہ سلیم دھال روزانہ فجر اور مغرب اور عشاء کی نمازیں مسجد بیت المقدس میں بذریعہ موٹر جاکر پڑھتے ہیں۔ یہ اُن حضرات کا معمول ہے۔ اس میں کوئی سستی یا کوتاہی نہیں کرتے۔ مزید خوشی کی بات یہ ہے کہ فجر یا رات کو مسجد جاتے وقت یہ راستے کے مسلمان گھرانوں کے سامنے سے گذر کر جاتے ہیں، تاکہ اُن میں سے کوئی شخص مسجد جانے کے لیے نکل رہا ہو تو اُسے بھی موٹر میں بٹھا لیں۔ خاکسار جتنا عرصہ ماریشیس میں دھال صاحب کے مکان پر رہا۔ ہر روز فجر کی نماز کا یہی پروگرام رہا۔ مسجد بیت المقدس میں آنے والے اکثر حاضرین کاروں کے ذریعے آتے ہیں اور راستے میں دیگر نمازیوں کو لفٹ دیتے ہوئے آتے ہیں، نیز نماز سے پہلے یا نماز کے بعد یہ سب لوگ ضرور باہم ملاقات کریں گے اور اگر کوئی نماز سے غائب ہو رہا ہو تو اس کے بارے میں پوچھ گچھ کریں گے۔ مسجد کے دروازے کے باہر، صحن کے اندر سیمنٹ کے بنچ بچھے ہوئے ہیں۔ نماز سے فارغ ہو کر لوگ اُن پر آکر بیٹھ جاتے ہیں اور ایک رواں دواں ہلکی پھلکی سی اسمبلی منعقد ہو جاتی ہے۔ یہ ایک دوسرے کے حالات سے اپ ٹو ڈیٹ واقفیت رکھنے کا ایک عمدہ طریقہ ہے، خصوصاً ایسے معاشرے میں جہاں مسلمان آبادی یک جا کم ہے، بلکہ جگہ جگہ بکھرے ہوئے گھر ہیں۔

**درسِ حدیث** نمازِ فجر کے بعد حاضرین کی فرمائش پر خاکسار نے درسِ حدیث دیا جو حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی اس مشہور روایت پر مبنی تھا جس میں وہ خود بیان کرتے ہیں کہ میں نے

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ اے اللہ کے رسول، مجھے کوئی ایسا کام بتا دیں جس کے کرنے سے میں جنت میں داخل ہو جاؤں اور دوزخ سے بچ جاؤں۔ پھر ان کے سوال کے جواب میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑی جامعیت کے ساتھ دین کی بنیادیں اور دین کے اصل تقاضے بیان فرمائے۔ "مسجد بیت المقدس" بھی بومباسا میں واقع ہے۔ نمازیوں میں اکثریت ۱۸ تا ۲۵ سال کے نوجوانوں کی نظر آتی رہی ہے۔ مسجد کا امام و خطیب احمد فواد نامی ماریشیس کا ایک نوجوان ہے۔ ازہر سے تعلیم حاصل کر کے آیا ہے۔ عربی روانی سے بولتا ہے۔ قرآنِ کریم کی تلاوت بڑے سوز اور خوش الحانی سے کرتا ہے۔ خاکسار نے جتنی جہری نمازیں اس نوجوان کے پیچھے پڑھی ہیں، ان میں بڑا لطف محسوس کیا ہے۔ یہ صرف میرا تاثر نہیں ہے بلکہ عام نمازی بھی یہی کہتے سُنے گئے۔ مسجد بیت المقدس کے نمازیوں میں بکثرت تحریکِ اسلامی سے وابستہ لوگ ہیں، بلکہ اس مسجد کو تحریکِ اسلامی کی مسجد کہا جاتا ہے۔ مسجد کے اندر قرآن کریم کے علاوہ دیگر جو لٹریچر برائے مطالعہ رکھا ہوا ہے، اس میں تحریکی کتابیں موجود ہیں۔ مولانا مودودیؒ رحمۃ اللہ علیہ کی تفہیم القرآن کا انگریزی ترجمہ بھی رکھا ہوا ہے۔

**پورٹ لوئس** صبح ناشتے کے بعد خاکسار اور جناب محمد حسین ملک صاحب حسن دھال کے ساتھ ماریشیس کے دارالحکومت پورٹ لوئس میں گئے۔ یہ جگہ عین سمندر کے کنارے واقع ہے۔ سرکاری دفاتر اور تجارتی مراکز اسی شہر میں واقع ہیں۔ بحری جہازوں کی آمد و رفت نے اس شہر کو پُر رونق بنا رکھا ہے۔ راستے میں سڑک کے دو رویہ رنگ برنگ کے درخت اپنی بہار دکھا رہے ہیں۔ آم، لیچی اور ناریل کے درختوں نے قدرتی حُسن میں مزید اضافہ کر رکھا ہے۔ شہر کے اردگرد کا علاقہ صنعتی مرکز کہلاتا ہے۔ پورے ماریشیس میں اس وقت ۲۵۰ فیکٹریاں اور کارخانے ہیں۔ ان میں زیادہ تر شکر سازی کے کارخانے اور کپڑے کی ملیں ہیں۔ چینی اور ہندو اس میدان پر محیط ہیں۔ مسلمانوں نے بھی کچھ کارخانے کھول رکھے ہیں لیکن وہ نسبتاً کم ہیں۔ کپڑے کا سب سے بڑا کارخانہ ایک مسلمان کے پاس ہے۔

**سٹوڈنٹس اسلامک سنٹر** دھال صاحب اور اُن کے تمام بھائیوں نے مل کر ایک ایجنسی کھول

رکھی ہے اور موٹروں کے فالتو پرزے اور ہارڈ ویئر کا کاروبار کرتے ہیں ۔ دھال صاحب کے دفتر سے نکل کر ہم اور محمد حسین ملک صاحب سٹوڈنٹس اسلامک موومنٹ (S.I.M) سنٹر چل دیئے ۔ یہ بھی پورٹ لوئس ہی میں واقع ہے ، بلکہ پورٹ لوئس کے دل میں واقع ہے ۔ جہاں یہ دفتر ہے اس کے سامنے پورٹ لوئس کی عظیم الشان مرکزی مسجد ہے ۔ جو لوگ اس مسجد میں نماز کے لیے آتے ہیں وہ S.I.M کے مرکز کو دیکھے بغیر نہیں گزر سکتے ۔ S I M والوں نے عربی زبان میں بھی اپنا ایک بہت بڑا بورڈ لگا رکھا ہے جس میں لکھا ہوا ہے: حرکۃ الطلبۃ الاسلامیہ

ہم دفتر میں داخل ہوئے تو S I M کے صدر پروفیسر عبدالخالق صاحب نے ہمارا استقبال کیا اور پھر ہمیں اپنی تمام سرگرمیوں کی تفصیل بتائی ۔ (یہ تفصیلات ایک الگ مضمون میں "ماریشس میں اسلام اور مسلمانوں کا ماضی و حال" کے عنوان سے بیان کی جا رہی ہیں) ۔ عبدالخالق صاحب ۳۰-۲۵ سال کے نوجوان ہیں ۔ ہندوستان کی مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے انہوں نے گریجویشن کیا ہے ۔ چار سال تک تحریک اسلامی ہند سے وابستہ رہے ہیں اور مولانا ابواللیث اصلاحی اور تحریک اسلامی ہند کے نامور رہنما ڈاکٹر نجات اللہ صدیقی صاحب سے انہوں نے تربیت پائی ہے ۔ علی گڑھ یونیورسٹی میں تعلیم کے دوران میں طلبہ کی اسلامی تنظیم سے وابستہ رہے ہیں ۔ جونہی ۱۹۷۲ء میں وطن واپس آئے ہیں ، مسلمان نوجوانوں کے اندر دعوت اسلامی کی اشاعت کا کام شروع کر دیا ہے ۔ اپنی فکر ، تربیت اور تجربہ کے لحاظ سے یہ ماریشس کی اسلامی تحریک کے اندر ایک قابل قدر اضافہ ثابت ہو رہے ہیں ۔ خود بھی نوجوان ہیں اور تازہ ولولوں اور اٹھتے جذبوں سے بہرہ ور ہیں اور دوسرے نوجوانوں کے اندر بھی یہی روح پھونک رہے ہیں ۔ تدریس کا کام بھی ساتھ ساتھ کرتے ہیں ، اس وقت پورٹ لوئس میں گورنمنٹ کالج کے وائس پرنسپل ہیں ۔

**سنٹر کے شعبہ ہائے کار**

S I M کا سنٹر جیسا کہ عرض کر چکا ہوں نہایت اہم جگہ پر واقع ہے ، البتہ اس میں جگہ بہت تنگ ہے اور S I M کے پھیلتے ہوئے منصوبوں کے لیے یہ بالکل ناکافی ہے ۔ اس سنٹر میں ایک اچھا مکتبہ بھی ہے ، جس میں تحریکی لٹریچر کے علاوہ دیگر دینی کتابیں بھی فروخت کی جاتی ہیں ۔ شعبۂ خواتین کا دفتر بھی ہے ، جس پر وومن اسلامک

موومنٹ (M.I.W.W) کی تختی لگی ہوئی ہے۔ مطالعہ کے لیے ایک چھوٹی سی لائبریری بھی مہیا کی گئی ہے۔ اس تنگنائے کے اندر جو شعبے کام کر رہے ہیں ان میں اہم یہ ہیں:
شعبۂ ریکارڈنگ (اس میں ماریشیس ریڈیو اور ٹی وی کے لیے مسلمانوں کے پروگرام تیار کیے جاتے ہیں)۔ شعبۂ تربیت (نوجوانوں کے لیے تربیتی کیمپ لگانے کا شعبہ)۔ شعبۂ دعوت و تبلیغ، شعبۂ مفت تقسیم کتب، شعبۂ امور طلباء، شعبۂ بیرونی بھرتی (ماریشیس کے نوجوانوں کو عرب ممالک میں ملازمتیں دلوانے کا شعبہ)، شعبۂ طباعت، شعبہ غیر مسلم کے اندر دعوت و تبلیغ، شعبۂ اسلامک میڈیکل ایسوسی ایشن، شعبۂ امور خارجہ، شعبۂ تراجم وغیرہ وغیرہ۔ ان تمام شعبوں کے لیے الگ الگ کمرے نہیں ہیں، بلکہ دو تین کمروں کے اندر ہی یہ تمام "جن" بند کیے گئے ہیں۔ M.I.S کی سرگرمیوں کی مکمل رپورٹ تو الگ دی جائے گی مگر چند اشارے یہاں بھی کیے دیتا ہوں۔

**اسلامی طلبہ کا مکتبہ اور مالی نظام**

عبدالخالق صاحب نے بتایا کہ اس وقت M.I.S کے مکتبے میں دو لاکھ روپے کی مالیت کی کتابوں کا ذخیرہ موجود ہے۔ یہ کتابیں فرانسیسی، انگریزی اور اردو میں ہیں۔ ماریشیس میں کتابوں کی بہت مانگ اور کھپت ہے، مگر سرمائے کی کمی کی وجہ سے وہ زیادہ کتابیں باہر سے نہیں منگوا سکتے۔ کتابوں کی فروخت کے بارے میں انھوں نے یہ بتایا کہ کم از کم ہر ماہ دس ہزار روپے کی کتابیں بک جاتی ہیں۔ M.I.S کے ارکان کی تعداد ۱۸۔۲۰ ہے، متفق ہزاروں تک ہیں۔ باقاعدہ اعانت دینے والوں کی تعداد ۱۱۵ ہے۔ بعض ایسے ارکان اور متفق بھی ہیں جو اپنی تنخواہ کا دس فی صد M.I.S کو دیتے ہیں۔ یہ اعانتیں وہ اپنے نوجوان ساتھیوں سے لیتے ہیں۔ عام مسلمان تاجروں کی طرف ان کا رجوع نہیں ہے اور ابھی مصلحتاً وہ عام تاجروں کی طرف رخ کرنا مناسب نہیں سمجھتے۔
عبدالخالق نے نوجوانوں کے اندر اپنے کام کی رفتار بیان کرتے ہوئے اشارۃً کہا کہ افغانستان پر روس کی جارحیت کے خلاف M.I.S نے ایک ہنگامی مظاہرہ کیا، جس میں کم از کم تین ہزار نوجوان شریک ہوئے۔ یہ دو میل لمبا مارچ تھا۔

(۲)

آج بھی حسبِ معمول نمازِ فجر مسجد بیت المقدس میں ادا کی گئی۔ پچھلے خط میں عرض کر چکا ہوں کہ اس مسجد کا امام وخطیب ایک صالح نوجوان ہے۔ احمد فوّاد اُس کا نام ہے۔ نماز سے واپس آکر ناشتہ کیا اور پھر پورٹ لوئس روانہ ہوگئے۔ یہ ماریشیس کا صدر مقام بھی ہے اور ماریشیس کا تجارتی اور ثقافتی مرکز بھی۔ ہم تو پورٹ لوئس سے دُور ایک شہر لوباسا میں ٹھیرے ہوئے ہیں۔ آبادی گنجان ہے۔ ایک شہر ختم ہوجاتا ہے اور دوسرا شروع ہوجاتا ہے۔ لوباسا، روز ہل، کیوپی پی اور پھر پورٹ لوئس یہ چاروں الگ الگ ٹاؤن ہیں، مگر ان میں تمیز کرنا مشکل ہے۔ گھنے درختوں اور مجھول دار بیلوں نے مزید یکسانیت پیدا کر دی ہے۔

**پورٹ لوئس کے متعلق مزید معلومات**

پورٹ لوئس میں فرانسیسیوں اور انگریزوں کی کچھ یادگار عمارتیں ملتی ہیں۔ یہ جزیرہ اصل میں بحری قزاقوں کی پناہ گاہ تھا۔ بحرِ ہند اور کیپ ٹاؤن سے آنے والے بحری بادبانی جہاز ان قزاقوں کی زد میں رہتے تھے۔ یہ لوگ ان جہازوں کو لوٹ کر جزیرہ میں آکر چھپ جاتے اور کوئی اِن پر قابو نہ پاسکتا تھا۔ عرب تاجر بھی اس جزیرے میں آتے ہیں۔ ماریشیس میں ایسے قدیم کتبے پائے گئے ہیں جن پر یہ عبارت کندہ ہے: "عربی دنیا۔" یعنی دینِ عرب۔ اِس سے دو مفہوم اخذ ہوتے ہیں: ایک عربوں کی یہاں آمد اور دوسرے "دینِ اسلام" کا تعارف۔ محققین یہ کہتے ہیں کہ عرب آئے تھے، مگر وہ پھر یہاں نہ رہے، بلکہ واپس چلے گئے۔ ولندیزوں نے جب سمندروں میں گردش شروع کی تو وہ ماریشیس بھی آئے۔ چنانچہ ۱۶۳۸ء میں اس جزیرے پر ڈچ کا قبضہ ہوگیا۔ ۱۷۱۵ء میں فرانس آگیا اور ڈچ کو شکست دے کر خود قابض ہوگیا۔ اہلِ تحقیق بتاتے ہیں کہ فرانسیسی فوجوں میں کچھ سپاہی مسلمان بھی تھے۔ ان مسلمانوں نے یہاں اسلام کا اوّلین پرچار کیا۔ اس کے بعد یہاں مسلمانوں کا بار بار ذکر ملتا ہے۔ قدیم مسجدیں بھی پائی جاتی ہیں۔ جو شاید فرانسیسی دَور سے تعلق رکھتی ہیں۔ یہ قدیم مسجدیں گو اب ترمیم وتجدید کے بعد بہت بدل ڈالی گئی ہیں، مگر ان کی بعض دیواروں اور اینٹوں سے ان کی قدامت اور تاریخ حیثیت معلوم کی جاسکتی ہے۔ ۱۸۱۴ء میں انگریزوں

نے فرانسیسیوں کو شکست دے کر خود اپنی حکمرانی قائم کر لی اور پھر انگریزی دور میں یہاں برعظیم ہند سے مسلمانوں کی آمد شروع ہوگئی۔ چنانچہ آپ کو یہاں جنوبی ہند کے لوگ کثرت سے ملیں گے۔ ان میں ہندو بھی ہیں اور میمن بھی اور کچھی مسلمان بھی۔ ہندوستان کے دوسرے حصوں کے لوگ بھی کافی ہیں۔ ۱۲ مارچ ۱۹۶۸ء کو ماریشیس کامن ویلتھ کے اندر ایک آزاد ملک بن چکا ہے، مگر اس حال میں کہ یہاں مختلف اقوام اپنی اپنی نسلی اور لونی اور لسانی خصوصیات کو ترک کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ فرانس دیر ہوئے یہاں سے رخصت ہوگیا، مگر اب بھی یہاں ۳۰-۴۰ ہزار کی تعداد میں فرانسیسی کمیونٹی رہتی ہے۔ یہی حال انگریز کمیونٹی کا ہے۔ ہانگ کانگ کے چینی اور پھر پڑوسی ممالک کے افریقی بھی یہاں آگئے۔ یوں مختلف اقوام پر مشتمل یہ ملک اپنی خودمختاری سے ہمکنار ہوگیا۔ ان تمام اقوام کی زبان اور تہذیب مختلف ہے، مگر اپنی ضرورت کے تحت یہاں کے لوگوں نے ایک زبان اختیار کر لی ہے، اُسے کریولی زبان کہتے ہیں۔ اسے ٹوٹی پھوٹی فرنچ کہنا زیادہ صحیح ہوگا۔ مسلمانوں نے اس میں اپنے دینی اور روایاتی الفاظ شامل کر رکھے ہیں، ہندوؤں نے اپنا رنگ اس پہ چڑھانے کی کوشش کی ہے۔ بہرحال کریولی یہاں کی عامی زبان ہے۔ اس کے بعد انگریزی زبان کو رواج ملا ہے۔ اور ساتھ ساتھ ہر قوم اپنی اپنی زبان کو بھی کسی حد تک باقی رکھنے کی کوشش کر رہی ہے، مگر میرا خیال ہے کہ آیندہ نسلیں اپنی اصل زبان سے قطعاً ناآشنا ہو جائیں گی اور کریولی کی ہمہ گیر سیادت قائم ہو جائے گی۔ کریولی اب ثقافتی اور علمی ضروریات بھی انجام دینے لگی ہے۔ ہمارے ایک دوست حسین انابو صاحب نے کریولی زبان میں قرآن کریم کا ترجمہ بھی کر دیا ہے مجھے بعض حضرات سے یہ معلوم ہوا کہ عام لوگ اس ترجمے کو اپنے لیے زیادہ مفید پاتے ہیں۔

پورٹ لوئس میں ہم محمد حسین دھال صاحب کے دفتر میں کچھ عرصہ کے لیے بیٹھ گئے۔ گرمی خاصی ہے، علی الخصوص پورٹ لوئس میں جو عین ساحل سمندر پہ واقع ہے۔ اس لیے گرمی اور حبس دونوں جمع ہو رہے ہیں۔ دھال صاحب اور ان کے دونوں بھائی آدم دھال اور ہاشم دھال بڑے متدین اور تحریک اسلامی سے محبت رکھنے والے ہیں۔ یہ لوگ دراصل لکھنؤ سے یہاں آئے ہیں۔ غالباً پہلی مرتبہ اُن کے دادا یہاں آئے تھے اور اُس وقت سے اس گھرانے کا

یہیں بسیرا ہے۔ اسلامی سرکل جسے مارلیشیس کی پہلی اسلامی تحریک کہنا چاہیے ان تمام بھائیوں کی مدد اور تعاون سے قائم ہوا ہے اور ابھی تک چل رہا ہے۔

**سٹوڈنٹس اسلامک موومنٹ کے تفصیلی احوال** پورٹ لوئس کی "مرکزی مسجد" کے پاس ہی سٹوڈنٹس اسلامک موومنٹ کا مرکزی دفتر ہے۔ اختصار کے ساتھ اسے سم سے یاد کرلیا جاتا ہے۔ دھال صاحب کے دفتر سے اٹھ کر ہم سم کے دفتر میں گئے۔ سم کے صدر عبدالخالق صاحب اور ان کے چند رفقاء دفتر میں موجود تھے۔ سم کی سرگرمیوں کے متعلق ان کے ساتھ بالتفصیل بات چیت رہی۔ سم کا مرکزی دفتر نہایت اہم جگہ پہ واقع ہے۔ یہ مرکزی مسجد کے عین سامنے ہے۔ جو شخص بھی مرکزی مسجد میں داخل ہوگا سم کے دفتر سے لازماً گزرے گا۔ دفتر کی جگہ تنگ، مگر محل وقوع کے لحاظ سے اس کی افادیت غیر معمولی ہے۔ اسی چھوٹے سے دفتر میں سم والوں نے بہت سے شعبے قائم کر رکھے ہیں مثلاً شعبۂ تنظیم، شعبۂ دعوت و تبلیغ، شعبۂ امور طلبا، شعبۂ ترجمہ، شعبہ طباعت، ریڈیو اور ٹی وی کے لیے پروگرام تیار کرنے کا شعبہ، شعبۂ تربیت، شعبۂ تقسیم کتب، شعبۂ بیرونی بھرتی وغیرہ وغیرہ۔ اسی دفتر میں خواتین کا شعبہ بھی ہے، جسے اختصار کے ساتھ وِم کہتے ہیں (وومن اسلامک موومنٹ)۔ کتابوں کی فروخت بھی یہاں ہوتی ہے بلکہ دفتر میں داخل ہوتے ہی پہلے مکتبہ آتا ہے۔ مکتبہ گو بڑا نہیں ہے تاہم نصابی کتابوں اور اسلامی کتابوں کا مناسب ذخیرہ مکتبے میں موجود ہے۔ عبدالخالق صاحب نے بتایا کہ اس وقت مکتبہ میں ۲ لاکھ روپے کی کتب موجود ہیں۔ ماہانہ دس ہزار روپے کی کتابیں بک جاتی ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ اگر سرمایہ زیادہ ہو تو مختلف اسلامی موضوعات کی کتابیں منگوائی جاسکتی ہیں، کیونکہ مارلیشیس کے نوجوانوں کے اندر اب اسلامی کتب کی مانگ بڑھ رہی ہے۔ نیز مارلیشس سے جزیرہ ریئیون، جزیرہ مدغاسکر اور سیشلز اور کمورو کے جزائر تک کتابیں سپلائی کی جاسکتی ہیں۔ سم کی پانچ اپنی بھی مطبوعات ہیں جو فرنچ میں ہیں۔

سم گو سٹوڈنٹس کے اندر تحریک اسلامی کی دعوت کی اشاعت کر رہی ہے، مگر اب عام لوگوں کے اندر بھی اس نے اپنا کام پھیلا دیا ہے۔ مثلاً غیر مسلموں کے اندر دعوت کا کام، مزدوروں کے اندر دعوت کا کام، اسلامی تقریبات کے موقع پہ ریڈیو اور ٹی وی پہ اپنا

پروگرام پیش کرنا۔ اب تک سِم کے ارکان کی تعداد ۱۸ ہے اور متفقین ہزاروں سے متجاوز ہیں۔ مالی لحاظ سے سِم کا زیادہ تر دارومدار اپنے ارکان اور متفقین کی اعانتوں پر ہے۔ عبدالخالق صاحب نے بتایا کہ ہمارے بعض ایسے ارکان اور متفقین بھی ہیں جو تحریک کو اپنی تنخواہ کا دس فی صد دیتے ہیں۔ اعانت دینے والوں کی مجموعی تعداد ۱۱۵ ہے۔ عبدالخالق صاحب نے یہ بھی واضح کیا کہ وہ صرف تحریک سے وابستہ افراد سے اعانت لیتے ہیں۔ عام تاجروں کی طرف ابھی تک انہوں نے رجوع نہیں کیا ہے۔ اس کی وجہ انہوں نے یہ بتائی کہ سِم مخصوص مقاصد اور متعین طریق کار کو اپنائے ہوئے ہے اور ہم یہ نہیں چاہتے کہ کچھ لوگ ہماری مالی امداد کر کے ہمارے اوپر اپنے نظریات و خیالات کو مسلط کرنا شروع کر دیں۔

سِم نے اردگرد کے انڈین اوشن کے ممالک میں بھی کام کا آغاز کر رکھا ہے۔ جزیرہ ریونیوں میں ان کی ایک شاخ ہے۔ مڈغاسکر میں بھی سنٹرل اسلامک سٹڈیز مڈغاسکر (SIRM) کے ذریعہ وہ دعوت پھیلا رہے ہیں، بلکہ وہاں ایک تربیتی کیمپ بھی لگا چکے ہیں۔ آئندہ اپریل میں جزیرہ ریونیوں میں تربیتی کیمپ لگانے کا پروگرام بنا چکے ہیں۔ عبدالخالق صاحب کموروز کا دورہ بھی کر چکے ہیں۔

**"سِم" کے سات مراکز**

ماریشس کے اندر سِم کے سات مراکز ہیں۔ پورٹ لوئس میں جہاں ہم بیٹھے ہیں، اُن کا مرکزی دفتر ہے۔ سِم کی جو کارکردگی بیان کی جا رہی ہے یہ اُس کی گیارہ سالہ جدوجہد کا نتیجہ ہے کیونکہ سِم کا قیام ۱۹۷۳ء میں ہوا ہے۔ عبدالخالق صاحب جب علی گڑھ کی تعلیم سے فارغ ہو کر یہاں آئے تو کسی تاخیر کے بعد انہوں نے سِم کی بنیاد ڈال دی۔ اور یہ طلبہ سے نکل کر عوام میں داخل ہو رہے ہیں، بلکہ بعض سیاسی مسائل میں بھی اُنہوں نے حصہ لیا ہے، مثلاً جب افغانستان پر رُوس نے جارحانہ قبضہ کیا تو سِم والوں نے دو میل لمبا احتجاجی مظاہرہ کیا۔ اس میں تقریباً تین ہزار افراد نے شرکت کی۔ گورنمنٹ اسکولوں میں اسلامیات کے کورس میں مولانا مودودی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب رسالہ دینیات کا انگریزی اور فرانسیسی ترجمہ رکھوانے کی کوشش کر رہے ہیں، مگر ابھی تک کامیاب نہیں ہوئے۔

عبدالخالق صاحب اپنے کام کی تفصیلات بیان کر رہے تھے اور خاکسار اور ملک محمد حسین صاحب

بڑے غور سے سن رہے تھے۔ دل چاہتا تھا کہ اس موضوع پہ کچھ مزید وقت صرف کیا جاتے، لیکن دیگر پروگراموں کو نبھانے کے لیے ہم اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اس وعدے پر کہ دوبارہ ہم کے دفتر میں حاضری دیں گے۔ ہم کی کارکردگی کی پوری رپورٹ ہم "انڈین اوشن میں اسلامی تحریک" کے عنوان پہ الگ بیان کریں گے۔

**روز ہل کی سُنّی مسجد** آج عصر کی نماز روز ہل کی سُنّی مسجد میں ادا کی۔ یہاں بھی نمازیوں کی حاضری خاصی تھی۔ یہ وہی مسجد ہے جس میں حافظ محمد انور صاحب تین، چار سال تک امامت و خطابت کے فرائض انجام دیتے رہے ہیں۔ مسجد کے اردگرد کے مکانات قدیم فرنچ اور انگلش طرز کے بنے ہوئے ہیں۔ جیسا کہ عرض کیا ہے نمازیوں کی تعداد خاصی تھی اور مزید براں یہ کہ اکثریت نوجوانوں کی تھی۔ آج کل اس مسجد کا امام ڈابھیل کا ایک نوجوان ہاشم پٹیل ہے۔ ڈابھیل ہی میں اُس نے دینی تعلیم پائی ہے۔ سات سال سے اس مسجد میں امامت کر رہا ہے۔ مسجد کے ساتھ ایک دینی درس گاہ ہے جس میں محلے کے ایک سو بچے اور بچیاں قرآن کریم اور اسلامی مبادیات کی تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ ہاشم پٹیل کے ساتھ ایک اور مولوی صاحب بھی پڑھانے کا کام کر رہے ہیں۔ ان کا نام مولوی اخلاص ہے اور دیوبند کے رہنے والے ہیں۔ تحریک اسلامی کے لیے دل میں کوئی نرم گوشہ نہیں رکھتے۔ یہ مدینہ یونیورسٹی کے فارغ التحصیل ہیں اور اب سعودی عرب کے دارالافتاء کی طرف سے یہاں مبعوث ہیں۔ ماریشس میں جتنے بھی سعودی مبعوث ہیں اُن کا انتظام اور ذمہ داری اسلامی سرکل نے لے رکھی ہے۔ یہ اسلامی سرکل کی بڑی فراخدلی ہے کہ وہ اسلام کے بالاتر مقاصد کے لیے ایسے مبعوثین کی ذمہ داری بھی اُٹھا رہا ہے جو اسلامی سرکل کی فکر اور نصب العین کے سو فی صد مخالف ہیں۔

سُنّی مسجد اب بہت کشادہ کر دی گئی ہے۔ مسجد نہایت صاف اور وضو کا انتظام نہایت عمدہ ہے۔ نماز سے فارغ ہوئے تو لوگوں نے بڑے تپاک کے ساتھ خاکسار کو ملنا شروع کر دیا۔ ایک معمر شخص جناب عبداللطیف صاحب نے ملتے ہی خاکسار سے حافظ محمد انور صاحب کی خیریت دریافت کی۔ روز ہل کے لوگ حافظ محمد انور صاحب اور ملک محمد حسین صاحب (جو ۱۹۵۶ء میں یہاں آئے تھے اور طویل عرصے تک یہاں رہ چکے ہیں) کو بڑی محبت اور قدردانی

کے ساتھ یاد کرتے ہیں۔

**روزہل کے قادیانی**

سُنّی مسجد کے کچھ فاصلے پر روزہل ہی میں قادنیوں کی "مسجد" ہے۔ دھال صاحب نے بتایا کہ قادیانی سُنّی مسجد پر بھی قبضہ کرنا چاہتے تھے، مگر اللہ تعالیٰ نے انہیں ناکام کیا۔ یہ پرانا قصہ ہے۔ یعنی ۱۹۲۶ء کے لگ بھگ کی بات ہے کہ ماریشس کے ایک تاجر نے سُنّی مسجد کی تعمیر میں مالی طور پر حصہ لیا۔ بعد میں وہ قادیانی ہوگیا۔ اور اُس نے کوشش کی کہ سنّی مسجد بھی قادیانیوں کے پاس آجائے۔ مسلمانوں نے اس کی شدید مزاحمت کی، مگر اُس دَور میں قادیانی اپنے آقا انگریز کی شہ پر جی رہے تھے۔ کسی قضیے میں اُن کا مقابلہ کرنا آسان کام نہ تھا۔ یہ قضیہ اتنا بڑھا کہ ماریشس کے سپریم کورٹ تک پہنچ گیا۔ اس زمانے میں ماریشس میں خدا کے ایک ایسے بندے بھی موجود تھے جنہیں اللہ تعالیٰ نے علم وفضل اور زہد وتقویٰ کے ساتھ نواز رکھا تھا۔ اور وہ ماریشس کے مسلمانوں کے اندر اپنا بڑا اعتماد اور نفوذ رکھتے تھے۔ یہ تھے مولانا عبدالرشید نواب۔ موصوف مکّہ معظمہ کے رہنے والے تھے۔ اور اپنا وقت اکثر ماریشس میں گزارتے تھے۔ چنانچہ مولانا عبدالرشید نواب صاحب نے اس قضیے کو اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ سپریم کورٹ میں انہوں نے بڑی طویل بحث کے ساتھ پختہ دلائل وبراہین کی روشنی میں ثابت کر دیا کہ قادیانی خارج از اسلام ہیں۔ مسجد کسی قادیانی کی تحویل میں نہیں دی جاسکتی۔ سپریم کورٹ نے جو انگریز ججوں پر مشتمل تھی یہ تسلیم کر لیا کہ قادیانی غیر مسلم ہیں۔ اور سُنّی مسجد پر صرف مسلمانوں کا حق ہوسکتا ہے۔ ماریشس کے مسلمانوں کے لیے یہ ایک عظیم فتح تھی اور ماریشس سپریم کورٹ کا یہ فیصلہ پہلا فیصلہ ہے جس میں قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دیا گیا ہے۔

یہاں یہ بیان کر دینا بھی مناسب رہے گا کہ ہندوستان سے باہر قادیانیوں کا پہلا بیرونی مشن ماریشس میں قائم ہوا ہے۔ اس وقت پورے ماریشس میں قادیانیوں کے چھ مراکز ہیں جنہیں وہ "مساجد" کے نام سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور مجموعی طور پر قادیانیوں کی تعداد ۲ ہزار سے زیادہ نہیں ہے۔ مسلمانوں میں سے کوئی شخص اب قادیانی نہیں ہوتا۔ اب قادیانیوں کی تعداد میں اضافہ محض نسلی بنیاد پر ہو رہا ہے۔ ماریشس کے مسلمان انہیں پہلے بھی غیر مسلم سمجھتے تھے اور اب تو پاکستان کی قانون ساز اسمبلی کی قرارداد کے بعد اُن کے غیر مسلم ہونے میں کسی کو شک وشبہ نہیں رہا۔

**کتلے بون** نماز عصر سے فارغ ہونے کے بعد دھال صاحب مجھے اور جناب محمد حسین ملک صاحب کو کتلے بون لے گئے - یہ روز ہل سے کچھ فاصلے پر ایک الگ شہر ہے۔ وہاں تک جانے کا راستہ نہایت خوبصورت ہے ۔ سڑک کے دونوں طرف نہایت حسین و جمیل پودے لگے ہوئے ہیں۔ بیگان ویلی کی جھالروں نے رنگا رنگ بہار دکھا رکھی ہے ۔ سبزے کی ایک طویل چادر بچھی ہوئی ہے، جو قدرتِ خداوندی اور صنعتِ انسانی کا حیرت انگیز حد تک خوشنما مرقع پیش کر رہی ہے ۔ سڑک سے ہٹ کر دُور دُور تک گنے کے کھیت ہیں - قریب ہی تین خوبصورت پہاڑ کبھی گیاہ سبز کی طرف جھانکتے ہیں اور کبھی سمندر کے نیلگوں پانی کی طرف سڑکیں نئی بھی اور صاف وشفاف بھی - ہم کتلے بون جا رہے ہیں اور ساتھ ساتھ ہلکی ہلکی پھوار برس رہی ہے ۔ کتلے بون نئی آبادی ہے ۔ دکانیں زیادہ ترمیموں اور چینیوں کی ہیں - زیادہ ہندو ہیں اور کچھ مسلمان - ماریشس ایک ایسا ملک ہے جس میں ہندو اور مسلمان دونوں قومیں مل جل کر رہ رہی ہیں - ہندو اکثریت اور مسلمان اقلیت میں ہیں، لیکن ذہنی اور فکری عصبیت کے باوجود دونوں قومیں باہم دست و گریباں نہیں ہوتی ہیں، بلکہ محمد حسین دھال صاحب نے جو دو روزہ اسلامی سیمینار منعقد کیا ہے، اُس کا افتتاح ہندو وزیر اعظم جگن ناتھ نے کیا ہے۔

کتلے بون سے واپسی پر ہم مہاتما گاندھی انسٹی ٹیوٹ کے پاس سے گزرے - اس سے آگے ماریشس یونیورسٹی ہے ۔ یہ علاقہ بڑا پُرسکون، دلکش اور فکر انگیز ہے - اس انسٹی ٹیوٹ کا اجمالی تعارف ہم آگے چل کر کرائیں گے۔

**تین نوجوانوں کی ملاقات** آج ۱۴ دسمبر ہے - علی الصبح تین نوجوان دھال صاحب کے مکان پر آئے - چونکہ اسلامی سیمینار نے ماریشس کے نوجوانوں کے ایک حلقے میں دین کے جذبات اُبھار دیے ہیں اس لیے اب یہ خواہش اُمڈ رہی ہے کہ دعوتِ دین کا کام آگے بڑھایا جائے ان نوجوانوں کے ساتھ ہماری تفصیل سے گفتگو ہوتی رہی - ان کا مدعا یہ ہے کہ دین کے لیے جو حلقے یہاں کام کر رہے ہیں اُن میں باہم تعاون و اتحاد ہونا چاہیے - اور پھر جو لوگ قریب تر ہوتے جائیں اُن کی ٹھوس تربیت کرنی چاہیے ۔ اُن نوجوانوں کی گفتگو سن کر اور یہاں کے حالات

کا کسی حد تک مطالعہ کرنے کے بعد خاکسار اس نتیجے پر پہنچا ہے کہ ماریشس کے اندر اسلامی تحریک کے لیے فضا سازگار ہے۔ البتہ اس امر کی ابھی شدید ضرورت ہے کہ یہاں تحریک اسلامی کی بنیادی دعوت کو زیادہ سے زیادہ عام کیا جائے اور اُسی طرز کا تربیتی نظام مختلف سطحوں پر قائم کیا جائے جو تحریکِ اسلامی پاکستان نے تربیت گاہوں کے عنوان سے قائم کر رکھا ہے۔

**طلبا کے مجوزہ تربیتی کیمپ**

ناشتے کے بعد دوبارہ پورٹ لوئس جانا ہوا۔ دھال صاحب تو خاکسار کے لیے بکنگ کے مسئلے میں مشغول ہو گئے۔ اور خاکسار IMS کے دفتر میں چلا گیا۔ سِم کے صدر عبدالخالق صاحب نے بتایا کہ وہ ۱۹۸۴ء میں دو تربیتی کیمپ قائم کر رہے ہیں۔ ایک جنوری میں ماریشس کے اندر اور دوسرا اپریل میں جزیرہ ریئنیون کے اندر۔ ان دونوں کیمپوں میں ماریشس اور دیگر اردگرد کے علاقوں کے نوجوانوں کو اکٹھا کیا جائے گا، بلکہ انھوں نے یہ بھی بتایا کہ ان علاقوں کے اندر چینی آبادی میں کام کرنے کے لیے ملائشیا سے چند چینی نوجوان جو تحریکِ اسلامی سے وابستہ ہیں، بھی آئیں گے۔ دفتر میں محمود نامی ایک شخص سے ملاقات ہوئی۔ یہ نوجوان نہایت فصیح عربی میں مجھ سے گفتگو کرنے لگا۔ معلوم ہوا کہ یہ جامعہ الریاض کے کلیۃ اللغۃ العربیۃ سے عربی زبان کا کورس کر کے آیا ہے۔ فرنچ زبان بھی اچھی جانتا ہے اور اب سِم کے لیے بعض کتابوں کا عربی زبان سے فرنچ میں ترجمہ کر رہا ہے، لیکن یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ نوجوان سعودی عرب میں یا کسی بھی عرب ملک میں ملازمت کے لیے تگ و دو کر رہا ہے۔ عرب ممالک میں ملازمت کی جو وبا پاکستان اور ہندوستان میں پھیلی ہوئی ہے، یہاں کے اُن نوجوانوں کے اندر بھی وہ پھیل چکی ہے جو سعودی عرب کی یونیورسٹیوں سے پڑھ کر آ رہے ہیں۔ اوّلاً وہ یہ کوشش کرتے ہیں کہ سعودی دارالافتاء کے مبعوث بن جائیں اور اگر اس میں کامیابی نہ ہو تو پھر خود وہاں جا کر ملازمت کی تلاش کرتے ہیں۔

ظہر کی نماز ہم نے پورٹ لوئس کی مرکزی مسجد میں ادا کی۔ اندر کا صحن نمازیوں سے خوب بھر گیا۔ خوب رونق تھی۔ مسجد اپنے فنِ تعمیر کے لحاظ سے بھی بہت پرشکوہ اور خوبصورت ہے۔ صفائی اور نفاست اور وضو اور طہارت کی سہولت کا پورا پورا خیال رکھا گیا ہے۔ ایک

بلیک بورڈ بھی نصب ہے جس پر یہ درج ہے کہ فلاں فلاں تاریخ کو پورٹ لوئس کے اندر فلاں صاحب کی تقریبِ نکاح ہے۔ نکاح کی تقریبات بالعموم مسجد میں منعقد ہوتی ہیں۔

**گردھی شاہو یونیورسٹی کے پی ایچ ڈی**

نمازِ مغرب مسجد بیت المقدس میں ادا کی اور پھر نمازِ عشا کے بعد روزہل کی سُنّی مسجد میں خطاب کیا۔ یہاں لوگوں کو اسلامی موضوعات پر تقاریر سننے کا بڑا شوق ہے اور خاص طور پر باہر سے جب کوئی شخص آجاتا ہے تو وہ شوقِ مزید کے ساتھ اُس کی باتیں سنتے ہیں۔ اگرچہ ایک گروہ یہاں ایسا بھی ہے، جو بعض بیرونی اصحاب کی رہنمائی کے تحت مسلمانوں کے اندر تفریق ڈالنے میں مصروف رہتا ہے۔ مثلاً اس گروہ کی طرف سے مخالفین کو "لہبی" (ابولہب کی طرف نسبت) کے لفظ سے پکارا جاتا ہے۔ پہلے یہ گروہ "وہابی" کی اصطلاح مخالفین کے لیے استعمال کرتا تھا اور اب "لہبی" کی اصطلاح اُس نے شروع کر رکھی ہے۔ اس گروہ کے سرپرست پاکستان سے آتے ہیں۔ ان صاحب کے بارے میں یہاں کے لوگوں نے ایک دلچسپ لطیفہ یہ سُنایا کہ چند سال بیشتر یہاں کے لوگوں کو جب انھوں نے اپنے مخالفین کے خلاف بھڑکانے کے لیے وہابی اور لہبی کی اصطلاحیں سکھانا چاہیں اور اس کے نتیجے میں یہاں کے مسلمانوں کے اندر افتراق پڑنے لگا تو کچھ لوگوں نے ان صاحب کی علمی قابلیت کی تحقیق شروع کی۔ چنانچہ ان کی علمی قابلیت کے ثبوت میں بتایا گیا کہ یہ گردھی شاہو یونیورسٹی سے پی ایچ ڈی ہیں۔

**اسلام کی بنیادی دعوت**

سُنّی مسجد میں خاکسار کی تقریر سننے والے مختلف الخیال لوگ ہیں، اس لیے خاکسار نے کوشش کی کہ ان کو اسلام کے بنیادی فرائض اور دُنیا میں مسلمان کی اصل ذمہ داریوں کی طرف متوجہ کرنے کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کی صفوں کے اندر اتحاد کو فروغ دینے کی ضرورت بتائی جائے۔ جیسا کہ پیچھے عرض کر چکا ہوں، یہاں کے مسلمان عجیب و غریب معاشرے کے اندر رہتے ہیں۔ ایک طرف ہندو اکثریت ہے جو اپنی پختہ زنّاری میں مشہور ہے، ہر گاؤں میں اُس نے اپنے بُت خانے قائم کر رکھے ہیں۔ دوسری طرف عیسائی ہیں، جو بین الاقوامی عیسائی اداروں کے بل پر بے پناہ دولت اور طویل المیعاد منصوبہ بندی کے ذریعے یہاں نصرانیت کا پرچار کر رہے ہیں اور نوجوان نسل کو ہر طرح سے بہکانے میں لگے ہوئے ہیں۔ اشتراکی اور مادی

افکار کی ہمہ گیر یلغار نوجوانوں کو سرے سے مذہب کے نام سے ہی دور کر رہی ہے۔ ان باہم متصادم معاشرے کے اندر مسلمانوں، جو بمشکل پانچواں حصہ ہیں، باہم لڑا دینا کوئی کارِ خیر نہیں ہے۔ اس کے برعکس یہاں کے مسلمانوں کی ضرورت یہ ہے کہ ایک طرف انہیں خود بھی دین پر مضبوط رہنے کی تلقین کی جائے اور ان کے اندر زیادہ سے زیادہ دین کا شعور بیدار کیا جائے اور دوسری طرف وہ اس قابل ہو جائیں کہ غیر مسلم گھرانوں کے سامنے دین کی قولی اور عملی شہادت دے کر انہیں دینِ حق کے نور سے منور کر دیں۔ اگر یہاں بھی مسلمانوں کے اندر اسی تصور کو فروغ دینے کی کوشش کی جائے جو عیسائیت کے تصور سے ملتا جلتا ہو۔ یعنی مسلمان بے شک ہر طرح کی آزادانہ اور شتر بے مہار زندگی گذارتے رہیں۔ اور سال میں چند مخصوص تقاریب منعقد کرکے اور اپنے شیخ کو نذرانوں کے ذریعے خوش کر لیں تو ان کی بخشش ہو جائے گی، تو ایسا تصورِ اسلام مسلمانوں کو زیادہ دیر تک مخالفانہ مذاہب و افکار کے مقابلے میں کھڑا نہیں رکھ سکے گا۔
راقم نے اسی پس منظر کو سامنے رکھ کر حاضرین کو اسلام کے بنیادی اصول بھی بتائے اور اس امر پر انہیں زور دیا کہ وہ اپنی اولاد کو دین کی تعلیم سے فہم و شعور کے ساتھ بہرہ ور کریں، خواتین کے اندر بھی دینی تعلیم کی اشاعت کریں اور جہاں تک ممکن ہو باہم تعاون و یگانگت سے کام لیں۔

(باقی)

---

## ادارہ کے کرم فرماؤں سے ضروری التماس

- براہ مہربانی ادارہ کی طرف سے ارسال کردہ وی۔ پی۔ پی واپس نہ کریں۔ خریداری یا آرڈر منسوخ کرانا ہو تو قبل از وقت مطلع فرمائیں۔ وی۔ پی۔ پی واپس کرنا ایک اخلاقی کمزوری ہے اور اس سے ادارہ کو نقصان ہوتا ہے۔
- ادارہ سے خط و کتابت کرتے وقت اپنا خریداری نمبر ضرور تحریر فرمائیں۔

شکریہ

مینجر ادارہ ترجمان القرآن، اچھرہ لاہور